علم قواعد فقہ کی تشکیل میں فقہاء احناف کا قائدانہ کردار

Leading role of ***Hanfi*** scholars in the constitution & compilation of the legal maxims.

سلیم الرحمٰن

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامک تھیالوجی اسلامیہ کالج پشاور

salimicup@yahoo.com

0092+3005891787

ڈاکٹر عبد القادر سلیمان

سابقہ چیئرمین شعبہ اسلامیات جامعہ پشاور

ABSTRCAT

The knowledge of the legal maxims is neither the outcome of Muslim scholars, nor the product of their experience. None of the scholars of Islamic jurisprudence chalked out these principles by himself, nor a specific team/board of religious scholars form them by virtue of their knowledge and exalted position. Even the credit does not go to the scholars of a particular area, era or class.

Like other Islamic sciences, the legal maxims also originated from Quran and Hadith. Quran & Hadith either directly mention these principles (in certain cases) or it give such formula (in many cases) which enable a scholar to derive these principles. We have a reasonable collection of such principles having its origin in Quran or Hadith, later on known as "***Qawa'ed Nassia***". Companions of the Holy Prophet (SAW) and their disciples took guidance from these principles & formula. Their follower scholars & judges went further ahead in the same direction and consequently got success in compiling & forming the knowledge of the legal maxims which are known as ***"Qawa'ed Mustanbata"***.

Scholars of all the four sects of Islamic jurisprudence took active part in the written efforts (of this field). Hence the important origins of these knowledge were compiled. But it is a fact that the relevant scholars of ***Hanfi*** school of thought were the torch bears in shaping the principles as a proper / specific discipline. They played leading role from different aspects in constitution of this knowledge. In the given article a scholastic effort has been made to discuss and analyze this role of Hanfi scholars.

Keywords: Leading, Scholar, legal, Maxims, Hanafi

تمہید

قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل کا حل معلوم کرنا فقہاء کرام کا فریضۂ منصبی ہے۔ تمام انسانوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں جتنے مسائل اب تک پیش آچکے ہیں اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ جو نئے مسائل پیش آتے رہیں گے، یہ بے شمار اور ان گنت ہیں۔ ظاہر ہے ان کے احکامات بھی لامتناہی ہونگے۔ مستقبل میں پیش آنے والے احکام سے قطع نظر، جو احکام براہ راست قرآن وحدیث کے نصوص سے معلوم ہوئے یا اجتہاد کے نتیجے میں حاصل ہوئے ہیں، وہ اتنے زیادہ ہیں کہ جزئیات اور فروعات کے انداز میں ان کو سمجھنا اور سمجھانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے فقہاء کرام نے ان احکام کے حصر واحاطہ کے لئے ایسے قواعد کی ضرورت محسوس کی جو مختصر الفاظ پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ عمومی اور جامع ہو تاکہ ہر قاعدہ کے ضمن میں ایک نوع کے سینکڑوں مسائل کا اندراج ہو سکے اور اس کے نتیجہ میں ان گنت جزئیات وفروعات کا احاطہ ممکن ہو سکے۔

مختلف فقہی ابواب میں بکھرے ہوئے مسائل کو جامع ترین اسلوب اور مختصر ترین عبارت میں منضبط کرنے کے لئے قواعد وضع کئے جاتے ہیں۔ جچی تلی عبارت، مؤثر اسلوب، کثیر تعداد میں جزئیات کا احاطہ اور ان پر تطبیق کی صلاحیت قواعد سازی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں چنانچہ کوئی قاعدہ ایک دم وجود میں نہیں آتا بلکہ نصوص کا استقرائی مطالعہ، مقاصد شریعت میں غور وتدبر اور ان کی پشت پر کار فرما علتوں اور حکمتوں کے تجزیہ اور تحلیل کے بعد قاعدہ کی بنیاد پڑتی ہے۔ پھر مختلف زمانوں کے اہل علم کا فقہی ذوق، علمی وسعت اور فنی مہارت اس کی آبیاری کرتے ہیں۔ لسانی ملکہ، ذوق عربیت، منہج اجتھاد، اسلوب استنباط اور انداز بیان اس کو پروان چڑھاتے ہیں اور اس کے مفہوم کو الفاظ کے مؤثر و مناسب قالب اور موزوں و دلکش اسلوب میں ڈھالنے کا عمل آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہے اور بالآخر اس تدریجی تناظر میں قاعدہ کو مختصر اور جامع الفاظ کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔

چنانچہ مجموعی طور پر فقہی قواعد نہ متعین فقیہ یا فقہاء کی کسی مخصوص جماعت نے وضع کیے اور نہ سب کے سب کسی ایک مرحلہ میں موجودہ شکل میں مرتب ہوئے۔ نہ کسی خاص علاقے، زمانے یا ایک ہی مذہب کے پیروکاروں کی نے ان کی تشکیل وتدوین کا اعزاز حاصل کیا ہے بلکہ مختلف زمانوں، طبقوں اور مختلف فقہی دبستانوں سے وابستہ اہل علم نے ان قواعد کی تاسیس اور تشکیل میں اپنا اپنا حصہ ڈالا ہے تا آنکہ علم قواعد فقہ کے عنوان سے مستقل علم کی تشکیل عمل میں آئی۔

واضح رہے کہ شرعی احکام کے اخذ واستخراج کے لحاظ سے فقہی قواعد کی دو قسمیں ہیں:

قسم اول: قواعد نصیہ

وہ قواعد جو حقیقت میں شرعی نصوص کے الفاظ سے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔اس قسم سے تعلق رکھنے والا قاعدہ نص شرعی سے عبارت ہوتا ہے یعنی قاعدہ اور نص کی عبارت یکساں ہوتی ہے۔فقہ اسلامی میں ایک مشہور قاعدہ بطور استدلال استعمال کیا جاتا ہے"الخراج بالضمان"[1] یہ قاعدہ بعینہ حدیث نبوی کی الفاظ پر مشتمل ہے جسے متعدد محدثین کرام نے ذکر کیا ہے[2] اسی طرح خصومات اور دعویٰ کے باب میں مسلمہ فقہی قاعدہ ہے "البينة على المدعی واليمين علي من انكر"[3] ہر قابل ذکر فقہی کتاب میں اسے بطور قاعدہ استعمال کیا جاتا ہے اور بعینہ انہی الفاظ اور عبارت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے[4]۔

2 قواعد مستنبطہ:

وہ قواعد جو نصوص شرعیہ سے استنباط کرکے اخذ کئے گئے ہو۔فقہ اسلامی کے اکثر قواعد اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں جیسے:"المشقة تجلب التيسر"[5] یہ قاعدہ بذات خود قرآن کریم کی آیت ہے اور نہ جناب نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں سے کوئی فرمان،بلکہ نصوص شریعت کے ایک مجموعہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقہاء کرام نے اس قاعدہ کو مستنبط کیا ہے۔

اول الذکر ایسا قاعدہ ہوتا ہے جو اپنی ماہیت،الفاظ اور صورت کے لحاظ سے نص شرعی ہوتا ہے۔لفظ اور تعبیر ہر دو لحاظ سے شارع علیہ السلام کی عبارت پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایسا قاعدہ قرآن یا سنت کے الفاظ سے مل کر بنتا ہے۔ اس کی صورت وتعبیر میں فقہاء کا عمل دخل نہیں ہوتا۔اس قسم کے اکثر فقہی قواعد زبانِ رسالت سے صادر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات "جوامع الكلم"[6] کے قبیل سے تھے۔دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مصداق ان میں ایک ایک ارشاد سینکڑوں احکامات اور جزئیات کا احاطہ کر لیتا تھا۔ احکام کے استنباط میں ان قواعد کی مثال: قواعدكليه"اور مصادر شریعت کی ہوتی ہے۔ایسے قواعد سے اسلامی قوانین اور شرعی احکام اخذ کیے جاتے ہیں۔

مؤخر الذکر قواعد یعنی قواعد مستنبطہ ایسے قواعد ہیں جن کی صورت وتعبیر میں فقہاء کرام کا عمل دخل پایا جاتا ہے۔ نصوص کی روشنی میں فقہاء ومجتہدین ان کو وضع کرتے ہیں۔ مفہوم او رجوہر نصوص شریعت کا ہوتا ہے۔ لیکن تعبیر وصورت فقہاء کی کاوشوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔یہ حضرات نصوصِ شریعت کے استقراء وتتبع اور مقاصد شریعت پر گہری نظر اور احکام کی علتوں اور حکمتوں میں غور وتدبر کے بعد ملتے جلتے احکام کی نشاندہی کرتے ہیں، پھر ان احکام کا ایک دوسرے سے موازنہ کرکے وہ عمومی اصول اخذ کرتے ہیں جو ان سے ملتے جلتے احکام میں مشترک ہیں انہی ملتے جلتے احکام کو"الأشباه والنظائر"[7] کہتے ہیں جس میں احکام اور جزئیات کے استقراء وتتبع کے بعد ان کا موازنہ اور تقابلی جائزہ لے کر ملتے جلتے مسائل کو ایک حکم میں جمع کیا جاتا ہے۔

عدالتی نظام اور امور قضا میں اس نوع کے احکام ومسائل بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ فقہ اسلامی کے مؤسس ثانی خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضی بصرہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (متوفیٰ44ھ) کو عدالتی پالیسی کے بارے میں لکھا:

"الفهم الفهم فيما يتلجلج في صدرک مما ليس فيه قرآن ولا سنة واعرف الأشباه والأمثال،ثم قِس الأمور بعد ذالک ثم اعمد لأحبها واقربها إلى اللّه واشبهها بالحق"([8])

جن مسائل میں قرآن وحدیث کی کوئی راہنمائی موجود نہیں اور تمہارے دل میں کھٹکتے ہیں ان کے بارے میں خوب غور فکر اور سمجھ بوجھ سے کام لو۔ایسے نئے نئے مسائل حل کرنے کے لیے تم پہلے قرآن وسنت میں موجود ملتے جلتے مسائل اور مثالوں سے واقفیت پیدا کرو اور پھر نئے امور کو ان پر قیاس کرو اور وہ حل اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں زیادہ پسندیدہ اور حق سے زیادہ قریب تر ہو۔

چنانچہ قرین قیاس یہی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب گرامی کے پیش نظر مابعد کے ادوار میں اس پورے طرز علم کو "علم الأشباه والنظائر "کا عنوان دیا گیا جس میں استقراء وتدبر سے کام لے کر احکام وجزئیات کا باہمی جائزہ لیا جاتا ہے اور ان کے پشت پر کار فرما نصوص وعلل میں غور فکر کے بعد شریعت کے عمومی اصول وقواعد تک پہنچنے کی سعی کی جاتی ہے۔

حقوق، معاملات، عقود اور تصرفات سے متعلق تنازعات اور تصفیہ طلب امور میں "شروط" کا بنیادی کردار ہوتا ہے چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے جو عمومی قاعدہ اور اصول کی حیثیت رکھتا ہے "مقاطع الحقوق عند الشروط"[9] اور انہی الفاظ میں فقہاء کرام یہ قول بطور فقہی قاعدہ استعمال کرتے ہیں[10]۔

امام عبد الرزاق (متوفی 211ھ)[11] نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (متوفی 68ھ) سے نقل کیا ہے:

"كل شى ء فى القرآن او فهو مخير وكل شيء فان لم تجدوا فهو الأول فالأول"[12]

آپ کا یہ قول کفارات اور ان کی ادائیگی میں اختیار سے متعلق ایک اہم رہنما اصول ہے اور بظاہر مندرجہ ذیل آیات پر منطبق ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

1 "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَااسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰي يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًااَوْبِه اَذًي مِّنْ رَّاْسِه فَفِدْيَ مِّنْ صِيَامٍ اَوْصَدَقَ اَوْنُسُكٍ"[13]

2 "فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَ اِلَي الْحَجّ فَمَااسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْفَصِيامُ ثَلٰث اَيَّامٍ فِي الْحَجّ وَسَبْعٍ اِذَارَجَعْتُمْ"[14]۔

چنانچہ فقہ اسلامی اور عہد بعہد اس کی ارتقاءوترقی پر غور وفکر کرنے سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ قواعد (قواعد نصیہ) کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ان کے تلامذہ، اہل قضاء اورارباب فتویٰ نے اس میدان میں قدم آگے بڑھایا۔ مشہور فقہی مذاہب کی تشکیل سے قبل اسلامی عدالت کے مشہور قاضی شریح بن الحارث الکندی(متوفی78ھ)[15] سے منقول ایک قول بھی اس نوع کا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"من شرط علي نفسه طائعاً غير مكره فهو عليه"[16]

یہ شروط سے متعلق اہم فقہی قاعدہ ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کے ذکر کردہ قاعدہ "مقاطع الحقوق عند الشروط" کے مفہوم پر مشتمل ہے اسی طرح موصوف کا ایک اور قول بھی نقل کیا گیا ہے:"من ضمن ما لا فله ربحه" [17] اپنی مختصر سی عبارت میں مشہور فقہی قاعدہ "الخراج بالضمان" کی تعبیر ثانی ہے لیث بن سعد(متوفی 175ھ) [18]

نے جبیر بن نعیم(متوفی137ھ)[19] سے "من اقر عندنا بشيء الزمناه"[20] اس قول میں متعدد فقہی قواعدوں:

"إقرار الإنسان في ملك نفسه ملزم"[21] اور "الإقرار لا يرتد بالرد"[22]، کا مفہوم پڑا ہوا نظر آتا ہے۔

فقہ اسلامی کے مسائل اور احکام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کے تلامذہ اور تابعین تک منتقل ہوئے تو ان احکام کے ضمن میں کسی نہ کسی صورت میں قواعد کے دونوں اقسام بھی سینہ بسینہ منتقل ہوتے رہے۔یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ (متوفی150ھ) نے ان بکھرے اور منتشر احکام کی تدوین اور تبویب کا بیڑا اٹھایا۔ تو ان احکام ومسائل کی جانچ پرکھ کے لیے اپنے مذہب اور آراء کی بنیاد شوری پر رکھی اور اپنا فقہی مسلک اپنے اصحاب کے درمیان مشاورت کے ذریعے مدون کیا۔ امام ابو حنیفہ نے تدوین فقہ کے لیے ممتاز اہل علم کی ایک کمیٹی بنائی جس کے شرکاء کی تعداد چالیس نقل کی جاتی ہے۔ اس مجلس تدوین فقہ کے ارکان میں36 کے بارے میں امام ابو حنیفہ کی رائے یہ تھی:

"اصحابنا هولاء ست وثلاثون رجلاً فمنهم ثمانية وعشرون يصلحون للقضاء وستة يصلحون للفتوى واثنان ابو يوسف وزفر يصلحان لتاديب القضاة وارباب الفتوي"[23]۔

میرے یہ 36 رفقاء کار ہیں جن میں 28 قاضی بننے کے اہل ہیں 6 فتوی دینے کے اہل ہیں اور ابو یوسف وزفر قاضیوں اور مفتیوں کو تربیت دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

چنانچہ وکیع بن جراح(متوفی 199ھ)[24] کہا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کے کام میں غلطی کیسے رہ سکتی ہے جب کہ ان کے ساتھ ابو یوسف اور زفر(متوفی158ھ) جیسے قیاس واجتہاد کے ماہر، یحیٰی بن ابی زائدہ(متوفی 198ھ) حفص بن غیاث(متوفی 194ھ)اور علی کے بیٹے حبان ابن علی(متوفی172ھ)اور مندل ابن علی(168ھ) جیسے حفاظ حدیث، قاسم بن معن(متوفی175ھ) جیسے ماہر لغت وادب اور رداود بن نصیر الطائی(متوفی165ھ) اور فضیل بن عیاض

(متوفی 187ھ) جیسے زہد و تقوی کے حامل شریک کار تھے۔ جن کے رفقا و ہم نشین اس پایہ کے لوگ ہو، وہ غلطی نہیں کر سکتا کیونکہ غلطی کی صورت میں یہ لوگ اُسے حق کی طرف لوٹا دیں گے[25]۔

اشباہ و نظائر، قواعد فقہیہ اور قضاء وافتاء میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ان علوم کے بغیر قضاء وافتاء کے مناصب کی ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ برآں ہونا ناممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ "موسوعه القواعد الفقهيه" کے مقدمہ میں قضاۃ اور مفتیوں کے لیے علم القواعد کو فرض عین اور دیگر حضرات کے لیے فرض کفایہ قرار دیا گیاہے"إن حكم دراسةالقواعد الفقهيه والإلمام بها على القضاةوالمفتين فرض عين وعلى غيرهم فرض كفاية"[26]

تدوین فقہ میں امام ابو حنیفہ کے تربیت یافتہ اور با اعتماد تلامذہ نے حصہ لیا۔ان میں مجلس کے سیکرٹری کے فرائض انجام دینے والے امام ابویوسف اور فقہ حنفی کی نشر واشاعت اور دوام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والے امام محمد بن حسن الشیبانی (متوفی189ھ) ہیں، مؤخر الذکر مذہب شافعی کے بانی امام محمد بن ادریس الشافعی (متوفی 204ھ) کے استاد تھے اور امام شافعی نے ان سے 10 سال علمی استفادہ کیا۔اور اس عظیم استاد سے شرف تلمذ پر آپ کو فخر تھا۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا: میں دس سال تک آپ کے حلقہ درس سے وابستہ رہا اور میں نے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ان کی گفتگوؤں کے نوٹس لیے۔ اگر وہ اپنی ذہنی رسائی اور عقلی پرواز کے مطابق گفتگو کرتے تو ہم ان کی گفتگو نہ سمجھ پاتے لیکن وہ ہماری عقلوں کے مطابق گفتگو کیا کرتے تھے [27]۔

ظاہر ہے کہ یہ استفادہ تفقہ اور مسائل کے استنباط کا ہی ہو گا کیونکہ امام شافعی علم حدیث و تفسیر کے علاوہ متعدد علوم میں حجت تسلیم کیے گئے تھے۔ آپ کے بارے میں امام احمد بن حنبل (متوفی240ھ) نے فرمایا:

> "ما احد من اصحاب الحديث حمل محبرةً إلا وللشافعى عليه منة وسمعت ربيع بن سليمان مثل ذالک فقلنا يا ابامحمد كيف ذالک قال إن اصحب الراي يهزؤن باصحاب الحديث حتى علّمهم الشافعى واقام الحجة عليهم"[28]

دوسری صدی ہجری میں یہ اور ان جیسے دیگر فقہاء کرام فقہ واصول فقہ کی تدوین میں مصروف تھے استنباط احکام کے اصول اور اجتہاد کے اسالیب کو مرتب کیا جارہا تھا، اور قرآن و سنت میں بیان کردہ احکام کی تہہ میں پوشیدہ علتوں اور حکمتوں کی تلاش و جستجو کا سلسلہ چل رہا تھا۔انہیں دنوں میں اصول فقہ کے ساتھ ساتھ علم قواعد فقہ کی بنیادیں بھی کسی نہ کسی درجے میں پڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ بن حسن الشیبانی اور امام محمدؒ بن ادریس الشافعی کی فقہی تصنیفات میں ایسے بہت سے قواعد بکھرے ہوئے ہیں جنھوں نے بعد میں علم القواعد الفقهيه کی تاسیس و تشکیل اور اسے باضابطہ فن بنانے میں

نمایاں کردار ادا کیا[29]۔ آنے والے فقہاء نے ان کی روشنی میں قواعد کو مرتب کیا اوران کی بنیاد پر قواعد فقہ کو باقاعدہ شکل دینے میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ جوں جوں یہ حضرات غور وفکر کے بعد فقہی قواعد واصول کو ترتیب دینے لگے، تو قواعد وضوابط نکھر نکھر کر ان کے سامنے آتے گئے۔ ان کے مفاہیم و نقوش اورانہیں الفاظ کے قالب میں ڈھالنے کا عمل تدریجی طور پر مختلف مذاہب کے ائمہ وفقہاء کے ہاتھوں جاری ہوا، علماء کے ہاتھوں متداول ہو کر اور کبار فقہاء کے ہاتھوں تجزیہ واستدلال کے انداز میں قلمبند ہو کر ان قواعد میں سے اکثر قواعد نے موجودہ شکل اختیار کی اور الفاظ کے سانچے میں ان کی آخری تعبیر انجام پائی۔

حتمی طور پر یہ دعوی کرنا تو مشکل ہے کہ دوسری صدی ہجری کے جن نامور فقہاء اور مجتہدین کی تصنیفات میں ایسے قواعد بکھرے ہوئے ملتے ہیں انہوں ان کو بالارادہ "قواعد" ہی کی حیثیت میں مرتب کیا تھا۔ تاہم یہ ضرور کہا جاسکتاہے کہ ان حضرات کے زمانے میں ان قواعد وضوابط کی تنقیح وتہذیب کا اتناکام ہو چکا تھا جس کی بنیاد پر بعد میں جا کر فقہاء کرام کے لیے "قواعد فقہیہ" کے نام سے ایک جداگانہ علم و فن کی تدوین ممکن ہو سکی[30]۔

قواعد فقہیہ اور اس سے ملتے جلتے دوسرے فنون الاشباہ والنظائر اور الفروق[31] پر جو ذخیرہ کتب اس وقت موجود ہے[32] اس سے معلوم ہو تا ہے کہ سب سے پہلے باقاعدہ علم کی حیثیت سے فقہاء احناف نے اس کی طرف توجہ دی۔ علامہ ابن نجیم(متوفی 970ھ)فرماتے ہیں:

"إن اصحابنا رحمهم اللّه تعالى لهم خصوصى السبق فى هذا الشأن والناس لهم اتباع"[33]۔

(اس مہتم بالشان علم وفن (یعنی قواعد اور اشباہ والنظائر) کی تدوین میں فقہاء احناف کو سبقت کا اعزاز حاصل ہے۔ اور باقی لوگ ان کے تابع ہیں) اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے کہ فقہ حنفی دوسرے مکاتب کے مقابلہ میں قدیم تر ہے۔ اس لیے بھی یہ شرف احناف کو حاصل ہونا چاہئے تھا۔ اس پر مستزاد مذہب حنفی کی شورائیت ہے۔ جس میں نصوص، احکام مسائل اور ان کے دلائل کا مناقشہ محاکمہ، بحث وتمیص اور تنقیح کے لیے ممتاز فقہاء کی ایک ممتاز جماعت موجود تھی۔

امام ابو حنیفہ کے شاگرد خاص امام ابو یوسف کی "کتاب الخراج" میں اگرچہ قواعد فقہیہ کی مثالیں موجود ہیں لیکن اس سلسلے میں سب پہلے حنفی فقیہ جن کی تالیفات میں ان علوم وفنون اور ان کے موضوعات پر باقاعدہ مباحث ملتے ہیں، وہ فقہ حنفی کی نشر واشاعت کے علمبردار امام محمد بن حسن الشیبانی ہیں۔ آپ کی کتابوں بالخصوص "الجامع الكبير" كتاب الأصل" اور "كتاب الحجة على أهل المدينه" میں جابجاایسی بحثیں موجود ہیں جن سے علم قواعد وفروق کو منظم اور منضبط کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے بلکہ محققین کے نزدیک "علم الفروق" پر سب سے پہلی تصنیف امام محمد کی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے:

"واول من الف في الفروق في الفقه الإسلامي عامة، الامام محمد بن الحسن الشبياني، صاحب ابي حنيفة ونجد ذالک واضحا في كتابه الجامع الكبير،حيث كان اسلوبه ومنهجه وطريقة عرضه للمسائل كلها تظهر الفرق بين المسئلتين المتشابهتين مما لا يدع مجالا للشک واللبس"[34]۔

فقہ اسلامی میں "فروق" میں عمومی طور پر امام محمد ہی اولین مؤلف ہیں اور یہ خصوصیت ہم واضح طور پر آپ کی کتاب الجامع الکبیر میں پاتے ہیں، جامع الکبیر میں آپ کا اسلوب، منہج اور مسائل کو ذکر کرنے کا طریقہ، ایسے امور ہیں جن سے یقینی طور پر دو ملتے جلتے مسئلوں کے درمیان فرق ظاہر ہوتا ہے اور یہ چیز ایسی ہے جو آپ کے اولین مؤلف ہونے کے مسئلہ میں شک وشبہ کو دور کرتی ہے آپ کا اسلوب نگارش و طرز استدلال اور مسائل فقہیہ سے بحث کرنے کا انداز ایسا ہے کہ اس سے سب سے پہلے ملتے جلتے مسائل اور مشابہ اصولوں سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے اور پھر ایسے مسائل کے درمیان فرق، یا فروق واضح ہو جاتے ہیں، جو بظاہر ایک جیسے لیکن حقیقت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

شاید امام محمد کی ان تاریخ ساز فقہی بحثوں کا اثر تھا کہ فقہاء احناف کے طبقہ متقدمین نے قواعد فقہ کو موضوع بحث بنایا۔ اوراحکام شرعیہ کی علتوں، حکمتوں اور مصلحتوں غور کرنا شروع کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے امام ابو حنیفہ کے اجتہادات پر بالخصوص اور عام اسلامی احکامات پر بالعموم اس نقطہ نظر سے غور کیا کہ ان کی تہہ میں کون سے بنیادی اصول کار فرما ہیں۔ رفتہ رفتہ جب یہ بنیادی اصول معلوم ہوئے تو ان حضرات نے نہ صرف قواعد فقہیہ کے موضوع پر قلم اٹھایا بلکہ اس کو ایک باقاعدہ اور مستقل بالذات علم کی شکل دے دی چنانچہ حنفی فقہاء میں سے طبقہ اولی نے سب سے پہلے ان قواعد و مبادی کو الفاظ کے سانچے میں ڈھالا اور انہی سے دوسرے مذاہب کے فقہا نے یہ قواعد نقل کئے[35]فقہاء احناف میں سے جس فقیہ نے سب پہلے ان قواعد کو متعارف کروایا وہ امام ابو طاہر الدباس تھے[36] ۔آپ نے امام ابو حنیفہ کے فقہی اجتہادات اور آراء کا گہرا مطالعہ کیا، اور آپ اس نتیجے پر پہنچے، کہ امام صاحب کے اجتہادات اور فقہی آراء کی بنیاد سترہ قواعد ہیں۔ چنانچہ امام علائی شافعی (متوفی 761ھ)[37]اور مذہب شافعی کے نامور محقق وفقیہ جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ) بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ امام ابو طاہر الدباس ہی وہ اولین عالم ہیں جس نے مذہب حنفی اور امام اعظم ابو حنیفہ کے جملہ اجتہادات اور منہج استنباط کو سب سے پہلے قواعد کے نقطہ نظر سے سمجھنے کی طرف توجہ دی[38]امام موصوف کے دریافت کردہ یا وضع کردہ سترہ قواعد میں سے پانچ مندرجہ ذیل ہیں:

"الأمور بمقاصدها،اليقين لايزول بالشک،المشقة تجلب التيسير،الضرر يزال،العادة محكمة" [39] ۔

ان پانچ کے علاوہ باقی بارہ قواعد کون سے ہیں۔ ان کی تحدید اہل علم کی مزید تحقیق کی متقاضی ہے۔

شروع شروع میں جب قواعد کلیہ وضع ہونا شروع ہوئے اور مختلف فقہاء کرام نے متعدد ابواب میں بکھرے ہوئے مسایل اور احکام کو اصول وکلیات کے تحت منضبط کرنے کے کام کا آغاز ہوا۔ تو اپنی اہمیت، افادیت اور ضرورت کے پیش نظر یہ ایک انتہائی مقبول اور بلند پایہ فن قرار پایا۔ جن اصحاب کو علم قواعد سے واقفیت پیدا ہوئی اور جن اصحاب کو اس نئے مگر مقبول و محترم علم سے زیادہ واقفیت نہ تھی، ان کے مقابلے میں اول الذکر حضرات کو نمایاں امتیاز حاصل ہوا ایسی صورت حال نے کچھ اس قسم کے حالات کو جنم دیا اور یہ بات بتقاضائے بشری بعید بھی نہ تھی۔ کہ بعض ایسے اصحاب جن کو خاص خاص قواعد کلیہ سے واقفیت تھی، وہ ان کو دوسروں اور بالخصوص مذہب دیگر سے تعلق رکھنے والے افراد تک پہنچانے میں تردد و تامل کا مظاہرہ کرنے لگے اور دوسری طرف تشنگان علم بھي اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے نت نئی تدبیر رو بعمل لانے لگے۔ فقہاء کرام کے ان دو طبقوں کے رویوں نے بعض دلچسپ واقعات اور ناخوشگوار احوال کو جنم دیا [40]۔ چنانچہ ایسا ہی ایک واقعہ علامہ علائی شافعی جلال الدین السیوطی اور علامہ ابن نجیم نے نقل کیا ہے، کہا جاتا ہے، کہ چوتھی صدی کے حنفی فقیہ امام ابو طاہر الدباس نے امام ابو حنیفہ کے فقہی آراء اور اجتہادات کے عمیق مطالعے اور ذاتی تحقیق و تجسس سے یہ معلوم کی کہ امام ابو حنیفہ کے فقہی اجتہادات اور اقوال سترہ (17) قواعد کے تحت منضبط ہوتے ہیں ان کو اپنی اس تحقیق اور انکشاف پر اتنا ناز تھا کہ وہ اپنی اس رازِ تحقیق میں کسی دوسرے کو شریک کرنا نہیں چاہتے تھے اور کسی بھی طالب علم یا معاصر فقیہ کے اصرار کے باوجود ان سترہ قواعد کی تعلیم نہیں دیتے تھے بالخصوص غیر حنفی اور خاص طور پر شافعی فقہاء سے حالات کے تقاضا کے مطابق اس بے بہاذخیرہ کو بہت ہی بچا کر رکھتے تھے غالباً اسکی وجہ سے یہ تھی کہ اس زمانہ میں شافعی اور حنفی فقہاء کے درمیان مناظرانہ فضاء اور فقیہانہ چشمک عروج پر تھی، ہر دو مکاتب فکر کے اہل علم آئے دن علمی بحث و تمحیص اور مناظرہ میں مصروف رہتے تھے اور ہر ایک کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہمارا اجتہادی اسلوب ترقی کر کے دوسرے سے آگے نکل جائے اس مسابقت اور علمی تنافس سے جہاں اجتہاد کے عمل میں بے مثال پیش رفت وہاں بعض اوقات ایسے واقعات بھی رونما ہوئے جو بظاہر بڑے عجیب و غریب لگتے ہیں [41]، جن سے ایک یہ ہے۔

ایک مرتبہ کسی طرح امام ابو طاہر الدباس کے ہم عصر شافعی المسلک فقیہ امام ابو سعید الہروی (متوفی 388ھ) [42] کو معلوم ہو گیا کہ ابو طاہر الدباس نے ایسے سترہ قواعد مرتب کیے ہیں جن کی بنیاد پر امام ابو حنیفہ کے جملہ اجتہادات اور فقہی آراء تک بسہولت رسائی ہو سکتی ہے۔ ابو سعید الہروی اس کلید علمی کے حصول کے ارادے سے نکلے اسے پتہ چلا کہ ابو طاہر الدباس بینائی سے محروم ہے اس لیے نہ وہ ان قواعد کو ضبط تحریر میں لا سکتے ہیں، اور نہ ان کے تحت آنے والے احکام اور تشریحات کو قلمبند کر سکتے ہیں۔ اس لیے بھول جانے کے خطرہ کے پیش نظر وہ روزانہ بعد از نماز عشاء

مسجد کا دروازہ بند کر دیتے تھے اور خالی مسجد میں ان قواعد کو زبانی دہراتے رہتے تھے۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ابو طاہر الدباس کی مسجد میں پہنچے رات کو مسجد میں جا کر نماز پڑھی اور لوگوں کے جانے کے بعد خاموشی سے ایک چٹائی میں لپٹ کر بیٹھ گئے، ابو طاہر الدباس نے حسب عادت اندر سے مسجد بند کر لی اور قواعد کو دہرانا شروع کیا۔ جیسے جیسے وہ اپنے قواعد دہراتے جاتے، ابو سعید بھی خاموشی سے ان کو یاد کرتے جاتے ابھی وہ سات تک ہی پہنچے تھے کہ غالباً چٹائی میں لپٹنے یا کسی اور وجہ سے ان کو کھانسی آگئی، ابو طاہر کو پتہ چل گیا، کہ آج کوئی ان سے ان کا علمی ذخیرہ چرانے کی غرض سے مسجد گھس آیا ہے چنانچہ انہوں نے اس کی خوب سرزنش کی اور مسجد سے زبردستی نکال دیا، اور آئندہ کے لیے قواعد دہرانے کا یہ سلسلہ ختم کیا ابو سعید ہروی نے بھی ان سات قواعد پر ہی اکتفاء کرنا پڑا اور جو قواعد سنے تھے، واپس آکر اپنے حلقے میں ان کو پھیلانا شروع کیا۔[43]

اس جیسے واقعات سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ علم قواعد کو کس طرح دور آغاز ہی سے فقہاء کی نظر میں کتنی اہمیت اور قدر و منزلت حاصل تھی، وہاں یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس محترم اور مقبول علم کی طرف بطور فن سبقت اور تقدم کا اعزاز فقہاء احناف کو حاصل ہے۔

علامہ حموی حنفی نے اس واقعہ کی صحت میں اگرچہ شک کا اظہار کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ واقعہ شافعی المسلک عالم ابو سعید ہروی کے بجائے ہرات کے کسی حنفی عالم سے پیش آیا ہے[44] چنانچہ علامہ حموی نے ابو سعید ہروی کو فقط واقعہ کا ناقل قرار دیا ہے۔ لیکن علامہ حموی کی یہ بات محل نظر ہے اس لیے کہ یہ واقعہ، جس طرح علامہ ابن نجیم کے الأشباہ والنظائر، جس کی شرح خود علامہ حموی نے کی ہے، میں ہے اس طرح "والفضل ماشہدت بہ الأعداء" کے مصداق فقہ شافعی کے نامور ترجمان علامہ السیوطی نے جہاں اپنی کتاب میں قواعد خمسہ کی تشریح کی ہے اس کی ابتداء میں یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے[45] نیز علامہ سیوطی سے بہت پہلے یعنی تقریباً سوا صدی پہلے علامہ علائی الشافعی نے "المجموع المذھب فی قواعد المذھب" میں بھی نقل کیا ہے[46] اس لیے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعہ کی کچھ نہ کچھ حقیقت اور اصل ضرور موجود ہے، چنانچہ بیسوی صدی کے نامور فقیہ اور محقق مصطفیٰ احمد الزرقاء نے بھی اپنی کتاب میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے[47] نیز اس کی تائید عقلی تناظر میں اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ایسی تدبیر مناظرانہ فضاء اور فقیہانہ چشمک کی وجہ سے کوئی ایسا آدمی ہی اختیار کر سکتا ہے۔ جو امام ابو طاہر الدباس حنفی کا ہم مسلک اور ہم مشرب نہ ہو، اور ابو طاہر الدباس کا یہ سلوک یعنی (مسجد سے نکالنا) کسی دوسرے مسلک کے فقیہ کے ساتھ ہونے کا غماز ہے۔

"قواعد فقھیہ" کے موضوع پر باضابطہ تصنیف کا سہرا امام ابو طاہر الدباس (388ھ) کے معاصر امام ابو الحسن الکرخی (متوفی 340ھ)[48] کے سر ہے آپ اصول کے عنوان سے معنون رسالہ لکھا، جس میں انتالیس (39) اصول و کلیات جمع کیے، آپ کا یہ رسالہ قواعد فقہ کا قدیم ترین مجموعہ ہے، اور اس کو فن قواعد کا سنگ بنیاد سمجھا جاتا ہے "واول

مجموعة وصلت إلينا في شكل رسالة خاصة"[49] چنانچہ ممتاز معاصر محقق علی احمد الندوی نے علم قواعد فقہ میں فقہاء احناف کی دیگر مذاہب پر اس رسالہ کو سبقت کی دلیل قرار دیاہے: "وهذه الرسالة شاهد على أن مذهب الحنفية أسبق المذاهب إلى التاليف فى هذالمضمار"[50]۔

اصول الکرخی کے میں مرتب کردہ یہ اصول مؤلف کی رائے میں فقہ حنفی کی بنیاد ہیں اس لحاظ سے مؤلف موصوف نے اس کانام "الأصول التى عليها مداركتب أصحابنا الحنفية" رکھاہے۔

امام کرخی کے جمع کردہ ان اصول کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتاہے، کہ ان میں قواعد، ضوابط اصول اور کلیات سب شامل ہیں۔ ان میں کچھ اصول تو ایسے عمومی کلیات کی حیثیت رکھتے ہیں جو فقہ اسلامی میں بلا تخصیص مذہب استدلال کے لیے کارآمد ہیں کا اور کچھ اصول ایسے ہیں جو محض حنفی طرز استدلال اور اسلوب اجتہاد کے مطابق فقہی مسائل کا حل معلوم کرنے اور فقہی احکام کی علت کا پتہ چلانے میں بروے کار لایے جاسکتے ہیں۔

ان کلیات واصول میں غالباامام ابو طاہر الدباس کے مرتب کردہ وہ سترہ قواعد بھی شامل ہیں۔ کیونکہ امام ابوطاہر الدباس، امام کرخی کے معاصر تھے، اور معاصرت کی وجہ سے ان اصول کو بالخصوص اپنے رسالے کا حصہ بنایاہوگا جوبقول ان کے فقہ اسلامی کی بنیاد اور کلید کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن قطعیت کے ساتھ یہ تعین کرنا مشکل معلوم ہوتاہے، کہ امام کرخی کے ان انتالیس (39) اصول میں وہ سترہ قواعد کون سے ہیں جو امام ابوطاہر الدباس کے مرتب کیے ہوئے ہیں۔

امام کرخی کے رسالہ میں جمع کردہ اصول کی مختصر تشریح بعد کے ایک اور نامور فقیہ امام نجم الدین ابو حفص عمر النسفی (متوفی 537ھ)[51] نے کی انہوں نے تشریح وتوضیح کی غرض سے ہر قاعدے کے تحت ایک یاچند صورتوں میں ایک سے زائد مثالیں دے کر ان اصول کی فنی افادیت اور علمی قدر میں اضافہ کیاہے[52]

اصول الکرخی کے بعد اس میدان میں اہم کام امام ابوزید عبید اللہ بن عمر الدبوسی (متوفی 430ھ)[53] کاہے امام دبوسی اپنے زمانہ کے مایہ ناز حنفی فقیہ تھے۔ فقہیانہ استدلال اور قانونی بصیرت ومہارت میں ضرب المثل مانے جاتے تھے[54] امام دبوسی نے اس کتاب میں قواعد کلیہ کے ساتھ ساتھ مختلف قواعد کے تحت آنے والے احکام کی بھی مثالیں دی ہیں، اس طرح مختلف فقہی ابواب کے تحت مسائل کو منضبط کرنے والے بعض اہم ضوابط بھی کتاب میں درج کیے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کو درج ذیل نو اجزاء میں تقسیم کیاہے:

1 القسم الأول مافيه خلاف بين ابى حنيفة رحمه الله وصاحبيه رحمهم اللّه تعالى: اس قسم میں وہ قواعد واصول بیان کیے ہیں جن میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف وامام محمد رحمہ اللہ تعالی کے درمیان اختلاف رائے موجودہے۔ اس قسم میں تقریباً22 اصول جمع کیے ہیں۔

2 القسم الثاني مافيه خلاف بين الشيخين ابى حنيفة وابى يوسف وبين محمد رحمه اللّه تعالي: امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں ان سے امام محمد نے اختلاف کیا ہے، اس قسم میں چار قواعد کو بیان کیا ہے۔

3 القسم الثالث مافيه خلاف فى الطرفين ابى حنيفه ومحمد وبين ابى يوسف رحمهم اللّه تعالي: امام ابو حنیفہ اور امام محمد (طرفین) کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں ان سے امام ابو یوسف نے اختلاف کیا ہے، اس قسم میں تین قواعد کا ذکر ملتا ہے۔

4 القسم الرابع ما فيه خلاف بين الصاحبين بين ابى يوسف وبين محمد رحهم اللّه تعالي: امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے مابین پائی جانے والی اختلافی آراء کے اصول و قواعد اس قسم میں چار قواعد مذکور ہیں۔

5 القسم الخامس ما فيه خلاف بين اصحابنا الثلاثه وبين زفر رحهم اللّه تعالى: تین ممتاز ائمہ فقہ اور امام زفر کے اختلافی فقہی آراء کے اصول و قواعد کا بیان، اس ضمن میں آٹھ قواعد کا ذکر ہے۔

6 القسم السادس مافيه خلاف بين أئمتنا وبين الامام مالك رحمه اللّه تعالى: حنفی ائمہ فقہ کے ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے، اس میں صرف دو قواعد ذکر کیے گئے ہیں۔

7 القسم السابع ما فيه خلاف بين أئمتنا وبين الفقيه ابن أبى ليلى: ائمہ احناف اور امام ابن ابی لیلیٰ کے درمیان مختلف فیہا مسائل کے قواعد اس قسم میں مؤلف نے پانچ قواعد کو ذکر کیا ہے۔

8 القسم الثامن ما فيه خلاف بين أئمتنا وبين الامام الشافعى رحمه اللّه ائمہ احناف کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے۔ تقریباً 25 قواعد اس باب میں درج کیے گئے ہیں اور آخر میں متفرق فقہی آراء کے اصول و قواعد کو ذکر کیا گیا ہے پھر ان اجزاء میں سے ہر جزو کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، ہر باب میں اس موضوع سے متعلق یا اس سے ملتے جلتے امور سے متعلق اصول کلیات بیان کیے گئے ہیں، ہر اصل اور کلیہ کی مثالیں اور تطبیقی نظائر بھی توضیح مراد کی غرض سے دیئے گئے ہیں۔

امام دبوسی کا یہ اتنا شاندار کارنامہ ہے، کہ مؤرخ ابن خلکان کے بیان کے مطابق آپ ہی نے سب سے پہلے علم الخلاف یا علم اختلاف الفقہاء کی بنیاد ڈالی اور اس کو ایک باقاعدہ منفرد علم قرار دیا[55] لیکن مؤرخ ابن خلکان کی جلالت شان کے باوجود ان کی اس رائے سے پورے طور پر اتفاق کرنا مشکل ہے کیونکہ علامہ دبوسی سے قبل بعض علماء کی کتب موجود ہے، چنانچہ "اختلاف الفقہاء"[56] کے نام سے معنون ایک کتاب امام جریر طبری (متوفی 310ھ)[57] کی ہے اس طرح ایک کتاب ان کے ہم عصر ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی (متوفی 311ھ)[58] نے بھی کتاب لکھی اور اس کا نام "اختلاف

الفقہاء"[59] رکھا اس موضوع پر امام احمد بن نصر المرزوی (متوفی 293ھ)[60] کے دو کتابوں کا تذکرہ ابن الندیم نے "الفہرست" میں کیا ہے جن کے نام "کتاب اختلاف الفقہاء الصغیر" اور "کتاب اختلاف الفقہاء الکبیر" ہیں[61] چنانچہ اس اعتبار سے امام دبوسی کو اس علم کا موجد تو نہیں البتہ مدون قرار دیا جاسکتا ہے، انہوں نے ان فقہی اختلافات کی تہہ میں پائے جانے والے اصولی اور قواعدی اختلافات کی نشان دہی کی اور ایسے قواعد کو الگ الگ کر کے انتہای دلکش اور تحقیقی اسلوب میں مرتب کرنے کا بیش قیمت علمی فریضہ سرانجام دیا ہے۔

لیکن یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ امام دبوسی نے اصل کا لفظ اصطلاحی مفہوم سے ہٹ کر عمومی مفہوم میں استعمال کیا ہے، جس میں قواعد، ضوابط اور اصول وکلیات سب شامل ہیں۔

فقہاء احناف کی ان تصنیفی مساعی کے بعد دوسرے فقہی مسالک نے بھی اس فن کی طرف توجہ دی۔ اس وقت اس فن سے متعلق جو تحریری ذخیرہ موجود ہے۔ زمانی اور تاریخی زاویہ نظر سے بغور جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے، کہ مسلکی اعتبار سے قواعد اور اس سے ملتے جلتے دوسرے موضوعات مثلاً فروق وغیرہ تصنیفی کام کے لحاظ سے سب سے پہلے احناف کا نمبر آتا ہے۔ اس کے بعد شوافع حضرات ہیں پھر دوسرے مذاہب آتے ہیں۔ حنابلہ کے بعد مالکی فقہاء نے اس طرف توجہ دی اور ان حضرات کے بعد اہل تشیع نے بھی اس میدان میں حصہ لیا۔[62]

اس ضمن میں یقین کے ساتھ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ شافعی المذہب فقہا میں سب سے پہلے کس فقیہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا لیکن اس امر پر خود شافعی فقہاء کے اندر بھی اتفاق پایا جاتا ہے کہ قواعد فقہیہ کی ابتدائی تدوین کا سہرا فقہاء احناف کے سر ہے اور یہ کہ ان قواعد کا آغاز حنفی فقیہ ابو طاہر الدباس نے کیا تھا اور پہلے شافعی فقیہ جنہوں نے اس فن کی طرف توجہ دی وہ ہرات کے قاضی ابو سعید الہروی تھے جنہوں نے چھپ کر ابو طاہر کے سترہ قواعد میں سے سات قواعد حاصل کیے تھے اور انہوں نے جب یہ سات قواعد لے کر فقہاء شافعیہ کے حلقوں میں متعارف کروائے، تو قاضی حسین (متوفی 462ھ)[63] نے انہی قواعد کے طرز پر فقہ شافعی کے قواعد مرتب کیے اور غور وفکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ امام شافعی کے اجتہادات کی بنیاد ان چار قواعد پر ہے۔[64]

1 الیقین لا یزول بالشک :یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

2 المشقة تجلب التیسر :مشقت سہولت کھینچ لاتی ہے۔

3 الضرر یزال :ضرر زائل کیا جانا چاہیے۔

4 العادة محکمة :پختہ رسم (عرف) کو حکم ٹھہرایا جائے گا۔

بعض شافعی فضلاء نے ان چار میں ایک پانچویں قاعدہ کا بھی اضافہ کیا جو یہ تھا۔

5 "الأمور بمقاصدها" معاملات (صحت وفساد) کا دارومدار مقاصد پر ہو گا[65]۔

چونکہ دین اسلام کی بنابھي پانچ ارکان پر ہے اس لیے ان بنیادی قواعد کے لیے پانچ کاعدد فقہائے کرام کے حلقوں میں خاصا مقبول ہوا۔

چنانچہ علامہ علائی الشافعی فرماتے ہیں:"وهو حسن جداً فقد قال الإمام الشافعي رحمه الله يدخل في هذا الحديث (انما الأعمال النيات) ثلثُ العلم"[66] یہ اخری اضافہ بہت مناسب ہے اس لیے خود امام شافعی کا حدیث"إنما الأعمال بالنيات" (جس سے یہی پانچواں قاعدہ "الأمور بمقاصدها" ماخوذ ہے) کے متعلق خود امام شافعی کا قول نقل کیا گیاہے کہ اس حدیث میں ایک تہائی علم شریعت آجاتاہے[67]۔

بہر حال اس ساری تفصیل کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے، کہ قاضی ابو علی حسین بن محمد المروزی ہی وہ اولین شافعی فقیہ ہیں جنہوں نے فقہ شافعی پر قواعد فقہیہ کے نقطہ نظر سے غور کیااور مذکورہ بالا چار قواعد مرتب کر ڈالے۔ قاضی حسین ہی کے ہم عصر شافعی فقیہ ابو العباس احمد بن محمد الجرجانی (متوفی482ھ) تھے۔ انہوں نے "كتاب المعاياة في العقل" کے نام سے لکھی اسکی کتاب کا تعلق چونکہ علم الفروق سے ہے لیکن علم فروق اور قواعد فقہیہ کا آپس میں بڑا گہرا تعلق اور جوڑ ہے اس لیے قرین قیاس یہ ہے کہ اس علم سے متعلق قدیم ترین شافعی فقیہ کی مرتب کردہ کتاب یہی "المعاياة في العقل" ہے، یہ کتاب اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی، نامور محقق ڈاکٹر محمد طموم[68] نے اس کتاب کا مطالعہ کیاہے ان کے مطابق اس کتاب کی ترتیب فقہی ابواب کے مطابق ہے، ابواب کی ترتیب اور مباحث میں کوئی ربط اور یکسانیت نہیں ہے۔ بعض اوقات دو مسئلوں کے درمیان فرق بیان کرکے چھوڑ دیاہے۔ بعض جگہ مفصل انداز میں احکام کا ذکر کیاہے۔ بعض جگہ انداز بیان سوال وجواب کاہے اور اسکا اسلوب بیان "الغاز"[69] طرز کا یعنی پیچیدہ ہے[70] اس کتاب کے علاوہ فقہ شافعی میں قواعد وفروق پر اور بھي کئی کتابیں بعد کے ادوار میں لکھی گئیں لیکن نہ معلوم کن اسباب کی بناپر ان کو بہت زیادہ قبول عام حاصل نہ ہو سکا، ایسی بیشتر کتابیں یاتو مرور زمانہ کے ساتھ ضائع ہو گئیں یاابھی تک قلمی نسخوں کی شکل میں کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں اور تاحال زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکیں۔

البتہ ساتویں صدی ہجری، قواعد کے فن کی ترقی کادور تھاتوعلامہ محمد بن ابراہیم الجاجرمی السہلکی (متوفی613ھ)[71] نے کتاب لکھی جس کانام "القواعد فی فروع الشافعيه" ہے۔ علم قواعد اوراس کے متعلقہ مباحث پر فقہ شافعی کی سب سے زیادہ مقبول کتاب قاضي عزالدین بن عبد السلام السلمی (متوفی660ھ)[72] کی کتاب "قواعد الأحكام في مصالح الأنام" ہے، یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت جامع کتابوں میں سے ایک ہے اور اس کو قریب قریب ہر دور میں قبولیت کی نظر سے دیکھا جاتارہاہے تقریباًاس دور میں قواعد وفروق پر دو مشہور کتابیں لکھی گئیں ان میں ایک مشہور زمانہ کتاب "الفروق" امور مالکی فقیہ ابو العباس احمد بن ابي العلاء ادریس القرافی (متوفی684ھ)[73] اور دوسری

کتاب علامہ محمد بن عبد اللہ بن راشد البکری (متوفی685ھ) نے "المذهب في ضبط قواعد المذهب" کے نام سے مرتب کی[74] مذہب حنبلی کی اولین کتابوں میں سے امام ابن تیمیہ (متوفی728ھ) کی کتاب "القواعد النورانيه الفقهيه "[75] ان کتب کے تقریباًنصف صدی بعد تحریر کی گئی۔

علم قواعد میں فقہاے احناف کے قائدانہ اور تاسیسی کردار کے معاملے میں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس علم وفن کی تاسیس وتشکیل میں مذہب حنفی کا کردار تصنیف تالیف میں ابتداء اور سبقت تک محدود نہیں بلکہ اس فن کی مولفات کی کثرت اور اسالیب میں تفنن کے علاوہ قواعد فقہیہ کی قانونی تطبیق تک احناف کے مساعی پہنچتی ہیں، اس حقیقت کو "موسوعة القواعدالفقهيه" کے مؤلف نے واضح کیا ہے جس نے اس فن کے ہزاروں کی تعداد میں بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کا کارنامہ سر انجام دیا، ظاہر ہے یہ علمی تحقیقی منصوبہ مؤلف نے چاروں مذاہب کے فقہی ذخیرہ کتب کو کنگال لینے اور ان قواعد کے استقراء وتتبع کے بعد سرانجام دیاہو گا، اس فن کے مصادر ومراجع اور مخفی ذخیرہ علمی تک رسائی کے بعد "موسوعہ "کی تالیف ممکن دکھائی دیتی ہے چنانچہ آپ نے علم قواعد سے متعلق اپنی ابتدائی کتاب "الوجيز في إيضاح قواعد الفقه الكلية" کے مقدمہ میں ایک اعتراض نقل کرنے کے بعد جواب دیا ہے کہتے ہیں: بعض طلباء نے کتاب کے پہلے ایڈیشن کو پڑھنے کے بعد سوالات اٹھائے کہ آپ نے اپنی کتاب "الوجيز في إيضاح قواعد الفقه الكليه" نام کی حد تک عمومی رکھا ہے کسی خاص مذہب کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ جس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ آپ نے فقہ اسلامی کے قواعد کو ذکر کیا ہے، لیکن کتاب کے مندرجات سے یہ تاثر زائل ہوتا ہے، اس لیے کہ قواعد کلیہ کسی ایک مذہب کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے لیکن کتاب کے مندرجہ ابواب سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ نے صرف مذہب حنفی اور شافعی کے قواعد بیان کیے ہیں اور کتاب مذکور میں ان دونوں مذہب کے قواعد کی کثرت نظر آتی ہے نیز ان دو ہی مذاہب کی فروعات اور مسائل کو بطور مثال ذکر کرنے سے اس شبہ کو مزید تقویت ملتی ہے، ان سوال کرنے والوں کی دلیل یہ ہے، کہ میں (یعنی مؤلف کتاب) نے مذہب حنفی اور مذہب شافعی کے مراجع کا تذکرہ کیا ہے، تو کیا اسکا مطلب یہ ہے کہ مذہب مالکی اور مذہب حنبلی میں فقہی قواعد سرے سے موجود ہی نہیں اور اگر ان مذاہب میں قواعد اور ان کے فروعات موجود ہیں تو عمومی اسلوب اختیار کرنے کے باوجود ان کا تذکرہ پہلے دو مذاہب (مذہب حنفی وشافعی) کے مقابلے میں کم کیوں ہے۔

ان حضرات کا جواب دیتے ہوئے مؤلف رقمطراز ہے کہ میں نے ان دونوں مذاہب (مذہب حنفی وشافعی) کے قواعد کو یوں ہی بلاارادہ ذکر نہیں کیا، اور نہ میرے ذکر کردہ مسائل ان دو (حنفی وشافعی) مذاہب کے ساتھ مخصوص ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کتاب مذکور میں مندرجہ قواعد عمومی طور پر فقہ اسلامی ہی کے قواعد ہیں جن میں کسی مذہب کی تخصیص نہیں ان قواعد پر تمام مذاہب میں اتفاق پایاجاتا ہے بالخصوص قواعد کبری اور ان کے تحت درج ہونے والے

فرعی قواعد پر تمام فقہی مذاہب میں اتفاق پایا جاتا ہے، اس طرح ان قواعد کی فروعات اور مسائل بھی فقہ حنفی اور فقہ شافعی تک محدود نہیں بلکہ ان مسائل کا حل تمام بڑے مذاہب میں پایا جاتا ہے۔

لیکن میں نے اگر ان دونوں مذاہب بالخصوص احناف کے مراجع کا تذکرہ کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تحقیق و تلاش کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ علم قواعد فقہیہ کی تالیفات کا بیشتر حصہ حنفی اور شافعی فقہاء نے مرتب کیا ہے۔ اس فن میں حنابلہ اور مالکیہ کی تالیفات کی تعداد کم ہے مزید بر آں ان کی مطبوعہ کتابیں نایاب ہیں، جب کہ اس کے برعکس فقہاء احناف میں سے متاخرین نے ان قواعد کا شایان شان اہتمام کیا اور انکی ایسی تالیفات منصہ شہود پر آ گئیں، کہ اپنی عمدگی مضمون، تنظیم و تبویب اور شروحات میں ہر لحاظ سے دیگر مذاہب کی کتب پر فائق ہیں۔

پھر مؤلف مذکور نے اس امر کی وضاحت ایک مثال دے کر کی ہے، کہ علم قواعد میں حنفی اور شافعی مذاہب کی دو کتابیں مطبوع اور معروف ہیں اور درس و تدریس کے لحاظ سے عمدہ کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔

1 الأشباه والنظائر امام سیوطی شافعی(متوفی911ھ)

2 الأشباه والنظائر ابن نجیم الحنفی(متوفی970ھ)

امام سیوطی کی کتاب پہلے لکھی گئی جب کہ ابن نجیم کی کتاب بعد میں قلمبند کی گئی لیکن ان آخری سالوں میں امام سیوطی کی الأشباہ کی صرف ایک شرح لکھی گئی اور وہ بھی بازاروں میں موجود نہیں زمانی تاخیر کے باوجود ابن نجیم کی "الأشباه والنظائر" کی مخطوط و مطبوع شروحات کی تعداد دس سے اوپر ہے[76] اور ان میں سے ہر ایک شرح کافی ووافی ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور امر کا اضافہ فقہاء احناف کے ہاں دکھائی دیتا ہے کہ انہوں نے حروف معجم کی ترتیب پر قواعد کو جمع کیا ہے[77] جس کی مثال علامہ خادمی (متوفی 1176ھ) کی "مجامع الحقائق"[78] اور اس کی شروح ہے تقنینی انداز میں فقہی قواعد کی تطبیق کی خصوصیت بھی احناف کے ہاں ملتی ہے، جس کی مثال "مجله الأحكام العدليه" اور اس کی شروح ہیں[79] مجلہ کا اسلوب بیان اتنا عمدہ اور اعلی ہے کہ مذہب حنبلی میں مرتب کردہ اسی کے ہم عصر کتاب "مجلة الأحكام الشرعيه"[80] میں اسی اسلوب کا اتباع کیا گیا ہے۔

نتائج البحث

زیر نظر تحقیقی مطالعہ سے درجہ ذیل نتائج اخذ کئے گئے:

1 مجموعی طور پر فقہی قواعد کا نہ کوئی ایک شخص مؤلف ہے، نہ ہی یہ کسي ایک متعین فقیہ یا فقہاء کی ایک مخصوص جماعت کی ذہنی کاوشوں کے ثمرات ہیں اور نہ ہی کسی خاص علاقے، زمانے یا کسی ایک مذہب سے وابستہ افراد ان

کی تشکیل و تدوین کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ فقہی قواعد کا ایک معتد بہ ذخیرہ ایسا موجود ہے جو قرآن یا زبان رسالت سے صادر ہوئے۔

2 "قواعدنصیه "کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ان کے تلامذہ اور اہل قضاء نے اس میدان میں قدم آگے بڑھایا ان حضرات میں دیگر اہل علم اور بالخصوص امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی اور امام محمد بن ادریس الشافعی کی فقہی تصنیفات میں ایسے قواعد بکھرے ہوئے ہیں جن کی روشنی میں آنے والے فقہاء نے قواعد کو مرتب کیا۔

3 باقاعدہ علم کی حیثیت سے فقہائے احناف نے اس کی طرف توجہ دی، چنانچہ چوتھی صدی کے حنفی فقیہ امام ابو طاہر الدباس نے امام ابو حنیفہ کے فقہی آراء اور اجتہادات کے عمیق مطالعہ اور ذاتی تحقیق سے معلوم کیا کہ آپ کے یہ اجتہادات سترہ (17) قواعد کے تحت منضبط ہوتے ہیں۔

4 قواعد فقہیہ کے موضوع پر باضابطہ تصنیف کا سہرا امام ابو طاہر الدباس (متوفی چوتھی صدي ہجری) کے معاصر حنفی فقیہ ابوالحسن الکرخی کے سر ہے جن کا مرتب کردہ رسالہ فن قواعد کا اولین مجموعہ سمجھا جاتا ہے۔

5 امام ابو طاہر الدباس سے شافعی فقیہ ابو سعید الہروی کے ذریعے یہ علم شافعی فقہاء کے حلقوں میں متعارف ہوا۔ اس وقت فن قواعد سے متعلق جو لٹریچر موجود ہے زمانی اور تاریخی زاویہ نظر سے بغور جایزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلکی اعتبار سے قواعد اور اس سے ملتے جلتے علوم مثلاً فروق وغیرہ پر تصنیفی کام کے اعتبار سے سب سے پہلے فقہائے احناف کا نمبر آتا ہے اس کے بعد شوافع، حنابلہ اور پھر مالکی فقہاء ان علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور ان حضرات کے بعد اہل تشیع نے بھی اس میدان میں حصہ لیا۔

حواشی و مصادر

1 السيوطي عبدالرحمٰن بن أبی بكر، الأشباه والنظائر ، دار الكتب العلميه بيروت ، ص135، ابن نجيم، الأشباه النظائر ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص151، االزركشي ، بدر الدين محمد بن بهادر الشافعی، المنثور في القواعد، تحقيق تيسر فائق أحمد محمد، (ط/2، شركة دار الكويت للصحافة 1405ھ، 1985، ص119/2، مجلة الأحكام العدلية مادة، 85؛ الزرقا، مصطفیٰ أحمد المدخل الفقهی العام، دار الفكر بيروت ، ص1057/2، فقره669

2 أبو داؤد السنن، كتاب البيوع والإجارات، باب فيمن اشترى عبدا، ص777/3-778، حديث 3510،

ابن ماجه،السنن،کتاب التجارات،باب الخراج بالضمان،طبع ثانی دارالفکر بیروت ص754/2، الطحاوي،أبوجعفر احمد بن محمد بن سلامه،شرح معاني الأثار،کتاب البیوع،باب بیع المصراۃ مکتبه دار البحوث *بیرون بوھڑ گیٹ ملتان*،ص21/4

3 السرخسی ،شمس الائمه ابوبکر محمد بن أحمد بن اسھل الحنفی، المبسوط دار المعرفةبیروت (1404 ھ)ص 132/30:المرغینانی ،علی بن ابی بکر، الھدایة،*مکتبہ رحمانیہ اردوبازارلاھور* ج 622/4: السیوطی،الأشباہ والنظائر،ص508:السعدی عبدالرحمٰن بن ناصر،القواعد والأصول الجامعه ص42:مجلة الأحکام العدلیة ماده 76: البورنو محمد صدقی بن أحمد الغزی،طبع اولیٰ،مکتبة اولیٰ،دار ابن حزم(1421ھ): موسوعة القواعد الفقھیه، ص133/3، 669/8

4 بیہقی،السنن الکبری،کتاب الدعوی والبینات،باب البینة علي المدعی والیمین علی المدعی علیه ص329/15،حدیث21667،مسندالشافعی کتاب اختلاف الحدیث(دارالفکربیروت) ص1/ 256، حدیث706،مسندالإمام أبوحنیفه، *میں ابن عمر رضي الله عنه سے مرفوعاًیہ روایت منقول ہے*(دار الکتب العلمیة)ص58/1)

5 السبکی،تاج الدین عبدالوھاب بن علی،الأشباہ والنظائر،تحقیق:الشیخ عادل احمد عبد الموجود،الشیخ علی محمدمعوّض،ص48/1۔49؛الزرکشي،المنشورفي القواعد،ص69/3؛ السیوطي،الأشباہ والنظائر،ص76؛ابن نجیم،الأشباہ والنظائر،ص75

6 *زمرہ انبیاء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیات دی گئیں ان میں ایک خصوصیت اس حوالے سے دی گئی جس کو جوامع الکلم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے*"أوتیت جوامع الکلم"(الجامع الصحیح البخاری،کتاب الجہاد،باب قول النبی صلی الله علیه وسلم نصرت بالرعب مسیرۃ شہر،ص1087/3،حدیث2815

7 الأشباہ والنظائر،الأشباہ شِبه یا شَبه *کی جمع ہے مثل کے معنی میں آتا ہے نظائر نظیرہ کی جمع ہے اس کے معنی بھی مثل کے آتے ہیں۔علماء کی اصطلاح میں* فن الأشباہ والنظائر *کی تعریف یہ کی جاتی ہے*:"إن الإشباہ هو أن یجتذب الفرع أصلان،ویتنازعه ماخذان،فینظر إلی اولھما واکثرھما شبھاً فیلحق به"*اور* علامه الحموی *نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے*:"المراد بہا (اي الأشباہ والنظائر)المسائل التی یشبه بعضہابعضاًمع اختلاف في الحکم لأمور خفیة ادرکھا الفقہاء بدقة انظار ھم (الزبیدی، سید مرتضی:تاج العروس من جواھر القاموس،فصل الشین من باب الہاء،ص393/9، الفیومی،أحمد بن محمد،المصباح المنیرفي غریب الشرح الکبیر للرافعی،مصر،دار المعارف، ص358/1؛الحموي،أحمدابن محمد:غمز عیون البصائر شرح الأشباہ والنظائر،دار الطباعة العامرہ(1357ھ)ص 18/1.

8 اس خط کے متن، ترجمہ اور مختصر تشریح کے لئے ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب أدب القاضی اسلام آباد، ص 365تا377

9 ابن حجرعسقلانی فتح الباری شرح الجامع الصحیح البخاری، باب شروط النکاح، ص217/9

10 ابن قدامة، المغنی، مکتبه الریاض الحدیثیه(1981ء)ص483/9، ابن القیم الجوزیه، شمس الدین محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین، قاهره دار الحدیث، ص338/3

11 امام عبد الرزاق کا پورانام عبدالرزاق ابن الهمام الصنعانی الحمیری الیمنی اور کنیت أبوبکر تھا مشہور محدث، حافظ اور فقیه تھے126ھ میں پیدا ہوئے اور 211ھ میں انتقال کر گئے 17 ہزار احادیث کے حافظ تھے۔ آپ کی تصنیفات میں الجامع الکبیر، السنن، تفسیر القرآن، اور المصنف بہت مشہور ہیں(ابن حجر عسقلانی، تهذیب التهذیب، بیروت، دارإحیاء التراث العربی(1413ھ /1993ء) ص310/6؛ ابن العماد، شذرات الذهب، ص27/2

12 مصنف عبدالرزاق، طبع 1، تحقیق، حبیب الرحمٰن الأعظمی، بیروت لبنان المجلس العلمی، 1390ھ، ص395/4، حدیث8192

13 البقرة:196/2

14 البقرة:196/2

15 قاضی شریح بن الحارث الکندی(متوفی78ھ) آپ کا پورانام ابوامیه شریح ابن حارث ابن قیس ابن جهم الکندی تھا صدر اسلام کے مشہور ترین قاضی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ سے سماع نہ کر سکے۔ عمر فاروق، عثمان بن عفان اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کے دور میں کوفہ کے قاضی رہے۔ حجاج کے زمانہ میں منصب قضاء سے استعفیٰ دیا(ابن حجرعسقلانی، تهذیب التهذیب، ص32/4، ابن العمادعبد لحیی الحنبلی، شذرات الذهب فی أخبارمن ذهب، طبع جدید، دارإحیاء التراث العربی بیروت، ص85/1)

16 العینی، بدر الدین، عمدةالقاری شرح صحیح البخاری، باب ما یجوز من الإشتراط، ص15/ 227 ؛الکرمانی:صحیح البخاری بشرحه الکرمانی، ص55/12

17 وکیع بن حبان، أخبار القضاة، بیروت، دارالفکر ص319/2

18 آپ پورانام ابوالحارث لیث بن سعد ابن عبدالرحمٰن ہے(94ھ) میں قاہرہ کے قریب ایک بستی قلقشنده میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت میں اہل مصر کے امام تھے۔ 175ھ میں انتقال ہوا۔ قرافه صغریٰ میں مدفون ہوئے(ابن خلکان ابن خلکان: وفیات الأعیان وابناء الزمان : تحقیق د/ احسان عباس (قم منشورات الشریف الرضی، ص128/4۔129، ذهبی شمس الدین ،محمد بن احمد بن

عثمان، تذكرة الحفاظ،طبع اولیٰ ،بیروت، دار الكتب العلميه (1419ھ) ص165/1)

19 جبیر بن نعيم، کتب تراجم میں موصوف کا مکمل ترجمہ کہیں نہ مل سکا تاہم اسد الغابہ،تھذیب التھذیب، تہذيب الكمال،ميزان الإعتدال،أخبارالقضاة، میں آپ کا تذکرہ قاضی اور عبد الله بن هبيرة کے شاگرد ،اور لیث بن سعد کے شیخ کی حیثیت سے دوسری صدی ہجری کے چوتھی دھائی کے حوالے سے ملتاہے۔

20 محولہ روایت کی اصل عبارت یہ ہے:عن الليث بن سعد عن جبيربن نعيم أنه كان يقضي فمن اعترف لرجل بحق عليه إدعي انه قضاه لا يثبت عنده ايلزمه ما اعترف به من ذالک وكان يقول:من اقر عند نابشىء الزمناه(وكيع بن حبان :أخبار القضا،ص231/3)

21 البورنو محمد صدقی بن أحمد الغزى،طبع اولیٰ،مكتبة اولیٰ،دار ابن حزم(1421ھ):موسوعة القواعد الفقهيه،ص392/5

22 ایضاً:ص240/2

23 خطیب بغدادی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا یہ قول امام ابو یوسف کے ترجمہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے(تاریخ بغداد،ص247/14۔248(ترجمہ7558)

24 وكيع بن الجراح: آپ کا پورانام وكيع بن الجراح بن المليح عباسي الرواسي اور أبو سفيان كنيت تھی، فقیہ اور احادیث کے اس درجہ حافظ تھے، کہ اپنے زمانے میں محدث عراق گنے جاتے تھے۔خلیفہ ہارون الرشید نے کوفہ کا منصب قضاء تفویض کرنا چاہا مگر تقوی کے وجہ سے آپ نے قبول نہ کیا197ھ میں انتقال ہوا آپ کی تصانیف میں تفسير القرآن،السنن اورالمعرفة والتاريخ ذکر کی جاتی ہیں(الذهبي:تذكره الحفاظ، 282/1؛ الإصفهاني:ابو نعيم أحمد بن عبدالله،حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، بيروت لبنان، دارالكتاب العربى(1400ھ1980/)ص368/8

25 خطیب بغدادی نے وکیع بن الجراح(متوفی199ھ) کا یہ واقعہ امام ابو یوسف کے ترجمے کے ضمن میں ذکر کیا ہے (خطيب بغدادي: تاريخ بغداد،ص247/14۔248،ترجمه نمبر7558)

26 چنانچہ علامہ البورنو نے قول نقل کیاہے:"إن حكم دراسة القواعد الفقهيه والإلمام بها علي القضاة والمفتين فرض عين وعلى غيرهم فرض كفاية"(موسوعة القواعد الفقهيه"مقدمه"ص30

27 كردرى محمد بن محمد:مناقب الامام الأعظم، کوئٹہ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ۔(1407ھ)ص155/2

28 ابن عبد البر:الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثةالفقهاء،طبع اولیٰ ،حلب مكتبة المطبوعات الاسلامية (1417ھ/ 1997ء)ص129

29 الندوی،علی أحمد،القواعدالفقهية،ص 93.83

30 غازی محمود احمد ڈاکٹر، قواعد کلیۃ اور ان کا آغاز وارتقاء، طبع 1،شریعۃ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد،

1992،ص9تا11

31 الفروق:اہل فن نے علم الفروق کی تعریف یہ کی: سورت کے لحاظ سے آپس میں ملتے جلتے دو مسئلوں کے درمیان ایسے فرق کرنے والے امور کو جاناجن کی وجہ سے ان مسئلون پر ایک ہی حکم لاگوں نہ کیاجاسکتاہو علم الفروق کہلاتاہے۔معرفة الأمورالفارقة بين مسئلتين متشابهتين بحيث لايسوىٰ بينها فى الحكم(محمد ياسيں الفادانى،الفوائد الجنية حاشية على الفوائدالبهية فى شرح منظومة القوائد الفقية، ص87/1)

32 قواعد سے متعلق ذخیرہ کتب میں مطبوع و مخطوط ہر دو قسم کی فہرست کے لیے دیکھئے:الندوى على بن أحمد الدكتور:القواعد الفقهيه ،طبع اولیٰ ،دمشق دار القلم(2008ء)ص433تا445

33 ابن نجيم،الأشباه والنظائر ص7

34 الكرابيسى،اسعدبن محمدبن الحسين النيسابورى الحنفى،الفروق،تحقيق دكتورمحمدطموم، دولة الكويت وزارة الأوقاف والشؤون الاسلاميه،1402ھ،مقدمة المحقق،ص8/1

35 عبد الرحمن،عطيه،دكتور،التنظير الفقهى، اردو ترجمہ: فقہ اسلامی کی نظریہ سازی: مترجم مولانا عتيق احمد قاسمي د (الفیصل ناشران لاھور)

36 أبو طاهر الدباس: آپ کا پورا نام أبوطاهرمحمدابن محمدبن سفيان الدباس تھا۔حنفی فقيه اور ماوراءالنہر میں احناف کے امام اور ابوالحسن الکرخی متوفی 340ھ کے معاصر تھے۔شام مین منصب قضاء پر فائز رہے وہاں سے مکہ مکرمہ منتقل ہوئے اور وہاں پر انتقال ہوا(القرشى أبو محمد،عبدالقادر بن ابى الوفا محمد الجواهرالمضيئة فى طبقات الحنفية،كراچی،میر محمد كتب خانه آرام باغ ص116/2، يحيى مراد،معجم تراجم الأعلام الفقهاء،طبع اولیٰ،دار الكتب العلمية بيروت(1425ھ)، ص187

37 آپ کا پورا نام ابوسعیدصلاح الدين خليل بن كيكلدى ہے۔494ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔اپنے زمانہ کے حافظ،فقيه،اصولى،عالم اور بطور خاص حفظ حديث،اسماء الرجال اورعلل الحديث میں اپنے معاصرین پر فائز تھے۔آپ کی مؤلفات کی تعداد 69 تک پہنچتی ہے اور 771ھ میں انتقال ہوا(ابن العماد،شذرات الذهب،ص190/6،الاسنوى عبدالرحيم بن الحسن الشافعى،طقات الشافعية،تحقيق: عبدالله الجبورى طبع رياض،دار العلم للطباعة والنشر ص239/2،ترجمة نمبر858،ابن الحجر الدرر الكامنة،تحقيق محمد سيد جادالحق،مطبع المدنى قاهره،ص181/2۔182)

38 العلائى ابوسعيد خليل بن كيلدى الشافعى،المجموع المذهب فى قواعدالمذهب،تحقيق: محمد بن الغفار بن عبدالرحمٰن الشريف،طبع اولیٰ،كويت،وزارت الاوقاف والشؤون الاسلاميه،الإدارة العامه للافتاءوالبحوث (1414ھ) ص252/1،السيوطى الأشباه والنظائر،ص7

39 السیوطی،الأشباہ والنظائر،ص8

40 عرفان خالد ڈھلوں؛علم اصول فقہ ایک تعارف۔شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اِسلام اباد ص 355/2

41 ایضا

42 امام ابو سعید الهروي:آپ کانام محمد أحمد بن أبو یوسف اور کنیت أبوسعد یا أبو سعید تھی شافعي فقیه اورہرات کے باشندے تھے، آپ کی ایک کتاب الأشراف في شرح ادب القضاء کے نام سے بھی ہے آپ 488ھ میں وفات پاگئے(السبکی:طبقات الشافعیه الکبری،تحقیق الطناجی، عبد الفتاح الحلوم(ط/ عیسیٰ البابی الحلبی)ص365/5ترجمة نمبر523؛ابن نجیم:الأشباہ والنظائر

43 العلائی:المجموع المذهب فی قواعد المذهب،ص252/1۔253،ابن نجیم:الأشباہ والنظائر،ص 7 السیوطي:الأشباہ والنظائر فی فروع الشافعیه،ص12،ڈاکٹر محمود احمد غازی، قواعد کلیۃ اوران کا آغازوارتقاء طبع 1،شریعۃ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد،1992،ص9 تا 11

44 حموی،غمز عیون البصائر شرح الأشباہ النظائر،ص14

45 علامه سیوطی کی اصل عبارت یہ ہے:حکی القاضی أبوسعیدالهروی أن بعض الأئمة الحنفیة بهراة بلغه أن الامام اباطاهرالدباس امام الحنفیة بماوراء النهر،ردجمیع مذهب أبی حنیفة الی سبع عشرة قاعدة،فسافرالیه وکان أبوطاهرضریراًوکان یکررکل لیلة تلک القواعدبمسجده بعدأن یخرج الناس منه،فالتف الهروی بحصیروخرج الناس واغلق أبوطاهرالمسجدوسرد من تلک القواعد سبعاً فحصلت للهروی سعلة فاحس به أبوطاهرفضربه وخرجه من المسجدثم لم یکررمافیه بعدذلک"(السیوطی الأشباة والنظائر،ص12)

46 العلائی،المجموع المذهب في قواعد المذهب،ص252۔253

47 علامه الزرقاء کے الفاظ یہ ہیں"یروی إبن نجیم قصة هذه الرحلة والنقل بصورة مستبعدة لاتصح تفاصیلهاولکن الظاهره أن لهااصلاثابتااذرواهاالجلال السیوطی الشافعی فی کتابه(الأشباة والنظائر)ولکمال ابن الهمام الحنفی فی(فتح القدیر)الزرقاء مصطفیٰ أحمد،الفقه الإسلامی فی ثوبه الجدید،ص953/1

48 امام الکرخي:آپ کا پورانام عبیدالله بن الحسن بن دلال ہے اور مشہور أبوالحسن الکرخی کے نام سے ہے ، بغداد کے محلہ کرخی کی نسبت سے کرخی کہلاتے ہیں، اور340ھ میں آپ کا انتقال ہوا(القرشی:الجواهر المضیة في طبقات الحنیفه،ص337/1،لکهنوی عبدالحی بن محمد عبدالحلیم:الفوائد البهیة، کراچی،نور محمد کارخانہ تجارت کتب(1393ھ)ص108۔109،ابن قطلوبغاابوالفدازین الدین قاسم، تاج التراجم فی طبقات الحنفیة،تحقیق:محمدخیررمضان یوسف مکتبة المثنیٰ بغداد،ص7/ 39)

49 البورنو،الوجیز فی ایضاح قواعد الفقه الکلیه،طبع ثالثه۔الریاض،مکتبة المعارف(1990ء)ص38

[50] الندوی،القواعد الفقهيه ص131

[51] امام نسفي: آپ کانام عمر بن محمد بن أحمد بن اسماعيل بن محمد بن لقمان، كنيت أبو حفص،لقب نجم الدين اورمفتى الثقلين کے نام سے مشہور تھے،462ھ میں نسف شہر میں پیدا ہوئے۔ اصولی، متکلم، مفسر، محدث، فقيه، حافظ، لغوي، نحوي، اديب، اور عارف مذہب تھے۔ کثرت حفظ کی وجہ سے عوام اور خواص دونوں میں مقبول تھے۔ سمرقند میں 537ھ میں وفات پائی آپ کي تصانیف کی تعداد 100 کے لگ بھگ ہے جن میں مشہورالتيسير في التفسير ،كتاب النجاح في شرح الإخبار الصحاح، منظومة الفقه،كتاب المواقيت،كتاب طلبة الطلبه فى شرح الفاظ كتب اصحاب الحنفية، كتاب المشارع اور قند في علماء سمر قندمشہور ہیں(القرشي: الفوائد البهيه في تراجم الحنفيه، ص139تا150؛ فقير محمد جہلمي، حدائق الحنفية، ص244۔245

[52] أصول الكرخی، یہ رساله مفتی محمد عميم الإحسان کی کتاب قواعد الفقه، صدف پبلشرز کراچي سے چھپ چکاہے نیز یہ رسالہ "تاسيس النظر" کے ساتھ، مطبعة الإمام، القاهره، سے بھی شائع کیا گیاہے۔

[53] امامدبوسی، آپ کاپورانام أبوزيدعبيدالله عمرابن عيسیٰ ہیں۔بخاری اور سمرقند کے مضافاتی شہر دبوسيه کی طرف نسبت کی وجہ سے دبوسی کہلاتے ہیں۔نامور حنفی فقیہ اوراپنے زمانے کے شیخ وقت تھے۔430ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کے اہم تالیفات میں سے الأسرارفى الأصول والفروع،النظم فى الفتوىٰ اورتقويم الأدلة مشہورہیں(السمعانی، الانساب، تقديم عبدالله عمر البارودی، طبع اولیٰ، بيروت دار الكتب العلميه (1408ھ) ص454/3۔ابن العماد، شذرات الذهب، ص245/3۔246۔ابن خلكان، وفيات الأعيان، ص48/3)

[54] لكهنوی، الفوائد البهيه، ص109

[55] إبن خلكان: وفيات الأعيان وابناء الزمان:تحقيق د/ احسان عباس (قم منشورات الشريف الرضى)ص48/3، یہی بات الزرکلی نے بھی لکھی ہے کہ آپ علم الاختلاف کے موجد ہیں، زرکلی کے الفاظ یہ ہیں: اول من وضع الخلاف وابرزه الى الوجود"الزركلى خيرالدين:الأعلام، طبع خامس، بيروت، دار العلم للملائين ص109/4؛ الكهنوى:الفوائد البهية، ص109

[56] امام طبري کاپورانام ابوجفعر محمدبن جرير بن يزيد الطبرى244ھ میں آمل طبرستان میں پیدا ہوئے ربیع ابن سلیمان سے فقہ شافعی، ابن الحکم سے فقہ مالکی اورابو المقاتل سے فقہ حنفی میں استفادہ کیااور بعد ایک فقہی مذہب کے بانی بنے جو آپ کے نام کے ساتھ مشہور ہو کر مذہب طبری کہلایا۔ماہ شوال 310ھ میں بغداد میں انتقال ہوا(ابن خلكان، وفيات الأعيان، ص191/4۔192۔إبن العماد، شذرات الذهب، 260/2)

57 امام الطبري کی کتاب،اختلاف الفقہاء،کاایک حصہ یوسف شاہ خت مشہور مستشرق نے1932ء میں لائیڈن ہالینڈ سے شائع کیا ہے۔

58 امام الطحاوی کاپورانام احمد بن محمد بن سلامه بن عبد الملک الأزدی الطحاوی ہے، کنیت ابو جعفر ہے۔ ملک مصر کے ایک قصبہ طحا میں 230ھ پیدا ہوئے، ابتداء میں آپ شافعی مسلک تھے اور اپنے ماموں امام مزنی شافعی سے پڑھا کرتے تھے، اور پھر حنفی مذہب اختیار کیا۔ ذیقعدہ 321ھ میں انتقال ہوا اور کثیر تعداد کتابیں تصنیف کی جن میں معانی الأثار ،مشکل الأثار،أحکام القرآن،شرح الجامع الکبیر،شرح الجامع الصغیر ،کتاب اختلاف الروایة علي مذهب الکوفیین اورکتاب حکم اراضی مکه اورکتاب اختلاف الفقہاء مشہور ہیں(ابن خلکان:وفیات الأعیان،ص23/1؛الذمبی:تذکره الحفاظ،ص28/3؛ابن العماد :شذرات الذهب،ص288/2)

59 امام ابو جعفر الطحاوی، کی کتاب اختلاف الفقہاء ڈاکٹر محمد حسن معصوم کی تحقیق کے ساتھ معهدالبحوث الإسلامیه، اسلام آباد سے 1971ء میں شائع ہوئی ہے۔

60 آپ کا پورا نام أحمد بن نصر المروزی الحفاف البغدادی، الشافعی ہے،279ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے علمی آثار میں "کتاب اختلاف الفقهاء الصغیر" اور کتاب "اختلاف الفقهاء الکبیر" ذکر کی جاتی ہیں(اسماعیل باشا:ہدیة العارفین،ص27/1؛ابن الندیم:الفهرست،تحقیق دکتور یوسف علی الطویل(مکتبه عباس أحمد الباز مکه المکرمه)ص357)

61 إمام أحمد بن نصر المروزی کی ان دونوں کتابوں کا تذکرہ ڈاکٹر یوسف فاروقی نے بھی کیا ہے اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ ممکن ہے کہ علم اختلاف الفقہاء کے موجد یہي محمد بن نصر المروزي ہو۔ دیکھئے:مصطفي سعید الخن، ڈاکٹر اثر الأختلاف فی القواعد الأصولیه فی اختلاف الفقہاء، اردو ترجمہ،قواعد أصولیه میں فقہاء کا اختلاف اور فقہی مسائل پر اس کا اثر، مترجم: حافظ حبیب الرحمن، "پیش لفظ" ڈاکٹر یوسف فاروقي شریعہ اکیڈیمی بین الاقوامي اسلامي یونیورسٹی اسلام آباد(ابن الندیم ابوالفرج محمد بن سعد:الفهرست(بیروت دارالمعرفة (1978ء)ص357)

62 الزرقا: المدخل الفقهی العام،ص958/2۔الندوی علی أحمد القواعدالفقهیة ص127 ومابعد؛

63 قاضي حسین ابو علي حسین بن علي بن محمد بن آحمد مروزي (462ھ) آپ نے مذہب شافعی کو چار قاعدوں کی طرف لوٹایا ہے۔

64 علامه علائی نے إمام أبو المعالی کا قول نقل کیا ہے،فی کون هذه الأربع دعائم الفقه کله نظر، فإن

غالبه لا يرجع اليها الابواسطة تكلف،العلائی:المجموع المذهب فی قواعد المذهب،ص257/1

65 السيوطی،الأشباه والنظائر،ص7

66 العلائي،المجموع المذهب في قواعد المذهب،ص255/1

67 اس بارے میں ابن السبکی فرماتے ہیں"والتحقيق عنديأنه ان اريد رجوع الفقه إلى الخمس بتعسف، تكلف"کہ ان پانچ قواعد ہی پر سب فقہ کی بنیاد رکھنے میں تکلف ہے(السبکی، الأشباه والنظائر،ص3/1)

68 ڈاکٹر محمد طموم وہ ممتاز معاصر محقق ہے جس نےعلامه الكرابيسی کی کتاب، الفروق للكرابيسی، کی تحقیق ہے۔

69 الغاز: لَغَز یا لُغز کی جمع بمعنی چیستان پہیلی، پیچدار راستے کو کو بھی الغاز کہتے ہیں۔فن الغاز سے مراد وہ فن ہے جس میں ایسے مسائل کو زیر بحث لایا جاتا ہے جن میں ازمائش اور امتحان کی غرض سے علتِ حکم کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے اور صورت کو پیش کیا جاتا ہے۔كلام غمز مراده والمراد المسائل التى قصد أخفاء وجه الحكم فيها لأجل الإمتحان :دیکھئے:الحموی:غمزالعيون البصائر،ص1/ 17 ،18

70 الكرابيسی،الفروق، تحقیق،ڈاکٹر محمد طموم،وزارة الأوقاف والشؤون الإسلاميه(1982ء)ص11/1

71 علامه الجاجرمی الشافعی کا پورانام معين الدين أبو حامد محمد بن ابراهيم بن أبي الفضل السہلی الجاجرمی ہے،نيسابور اور جرجان کے درمیان ایک بستی جاجرم کی طرف نسبت کی وجہ سے "جاجرمي" کہلاتے ہیں،شافعي فقیہ تھے۔نیسابور میں سکونت اختیار کی اور درس وتدریس کے فرائض سر انجام دیے۔ فقہ شافعی میں الكفايه،ايضاح الوجيزاورفن قواعد میں"القواعد" آپ کی تالیفات ہے (الذهبی،سير اعلام النبلاء،ص131/13؛ابن خلكان:وفيات الأعيان،ص603/1؛ابن العماد:شذرات الذهب، ص56/5

72 قاضی عز الدين بن عبد السلام السلمی(متوفی660ھ) کی کتاب"قواعد الأحكام فی مصالح الأنام" قواعد کے فن میں فقہ شافعی کے موجودہ ذخیرہ کتب میں قدیم ترین کتاب ہے۔علامہ علائی شافعی نے اس کتاب کے بارے میں کہا"وكتاب القواعدالذى اخترعه شيخ الإسلام عزالدين بن عبدالسلام هوالكتاب الذى لانظيرله فی بابه(العلائی المجموع المذهب فی قواعدالمذهب،مقدمة)

73 ابو العباس القرافي (متوفی 684ھ) کتاب"الفروق"فقہ اسلامی کے بیش قیمت موتیوں میں سے ایک ہے۔ قواعد کے درمیان پائے جانے والے فروق پر مشتمل منفرد کتاب ہے۔مؤلف نے اس کتاب میں فقہ مالکی کی مقبول ترین کتاب "ذخیرۃ" میں بکھرے ہوئے قواعد کو جمع کیا ہے اوراپنی طرف سے اس پر دیگر قواعد کا اضافہ بھی کیا ہے ۔ اس کتاب میں مؤلف نے تقریباً548 قواعد کو ذکر کیاہیں(القرافی،أحمدبن ادريس،الفروق،بيروت عالم الكتب،ص3/1)

74 علامه البكري :آپ کانام علامه محمد بن عبد الله بن راشدالبكري أبو عبد الله ہے قفصه کے مقام پرپیدا ہوئے اوریہیں تعلیم وتربیت پائی آپ کے علمی آثار میں الشهاب الثاقب في شرح مختصر إبن الحاجب الفقهی، النظم البديع فی اختصار التصريح، اورالمذهب في ضبط قواعد المذهب مشہور ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب کے بارے میں علامہ ابن فرحون نے کہا: "جمع فيه جمعاً حسناً"(ابن فرحون برهان الدين ابراهيم بن على المالكى:الديباج المذهب فى معرفة أعيان المذهب،تحقيق:محمد الأحمدى أبوالنور،القاهرة،دار التراث للطبع والنشر ص328/2۔329)

75 امام ابن تيميه (متوفی728ھ) کی کتاب"القواعد النورانيه الفقهيه، درحقیقت مذکورہ کتاب کے دونسخے القواعد الفقہیہ اورالقواعد النورانیۃ کے نام دریافت ہوئے محقق (محمد حامد الفقہی) نے دونوں ناموں کو ملاکر مذکورہ نام رکھا۔ شیخ الاسلام کتاب مذکور میں مذاہب اربعہ کے باہم اختلاف ان کے دلائل اوران محاکمہ کیاہے۔اور مختلف مباحث کے ضمن میں فقہی قواعداور ضوابط کو ذکر کیاہے(إبن تيميه القواعدالنورانيه الفقيه،تحقيق محمدحامدالفقهى،الرياض مكتبة المعارف، طبع اولى،1402ھ،مقدمة المحقق،ص310)

76 ابن نجیم کی کتاب الأشباه والنظائر کی مخطوط اور مطبوع شروحات کی تعداد کادس ہونا،یہ تحقیق صاحب الوجیز ڈاکٹر محمد صدقی بن احمد البورنو کی ہے،ورنہ ممتاز محقق علی احمد ندوی نے الأشباه والنظائر کی شروح وتعلیقات کي ایک فہرست جمع کی ہے جس میں 31 شروح وتعلیقات ذکر کیے ہیں،الندوی: القواعد الفقهيه ص434تا439

77 ڈاکٹر محمد صدقی بن احمد البورنو کے قول کے مطابق حروف معجم کی ترتیب پر قواعد کی جمع وتدوین میں سبقت علماءاحناف نے کي ہے۔موصوف کا اشارہ شاید علامہ خادمی کی کتاب"مجامع الحقائق"کی طرف ہے جس میں فقہی قواعد کو الف بائی ترتیب پر جمع کیاگیاہے. تاہم بطور تنبیہ اس بات کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ فقہ شافعی میں بھی"المنثور في القواعد"الف بائی ترتیب پر تالیف کی گئی چنانچہ علامہ الزرکشی کی یہ کتاب:المنثور فی القواعد،وزارت الأوقاف دولۃ کویت نے1404ھ /1985ء میں شائع کی ہے۔

78 مجامع الحقائق ترکی کے حنفی فقیہ علامہ ابوسعید خادمی(متوفیٰ1176ھ)کی تالیف ہے۔دراصل آپ نے اصول فقہ میں ایک کتاب مجامع الحقائق کے نام سے تحریر کی اور اس کے خاتمہ میں حروف تہجی کے ترتیب سے فقہی قواعد کا ایک مجموعہ مرتب کیاجوایک154 قواعدپر مشتمل ہیں(الزرقاء،المدخل الفقهى العام،ص956/2۔ 957)یہ کتاب1288ھ میں مطبعة العامرة قسطنطنية سے شائع ہوئی ہے۔

79 البورنو: الوجيز فی ايضاح قواعد الفقه الكليه،ص10۔11

80 مجلة الأحكام الشرعية على مذهب امام أحمد بن حنبل کے مؤلف أحمد بن عبد الله القارى

الحنفی (متوفی1359ھ) کی تالیف ہے۔مؤلف نے امام ابن رجب حنبلی کے قواعد ابن رجب میں ذکر کردہ 160 قواعد کو "مادہ" کے عنوان سے ترتیب وار ذکر کیا ہے اور اس ترتیب میں مجلة الأحكام العدلية کا اسلوب اختیار کیا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ علمی ملکہ، منصب قضاۃ، فقہ حنفی میں کمال اور مذہب حنبلی کے تحت فرائض قضاء کی ادائیگی جیسے عوامل نے مؤلف کو اس قابل بنایا کہ مہارت کے ساتھ مجلة الأحكام الشرعية کے اسلوب کو اپنایا نیز مؤلف مجلة الأحكام الشرعية میں کتاب الوقف کا اضافہ کیا(على بن أحمدالندوى،القواعد الفقهية، ص228۔229)